

میڈیکل سائنس سے متعلق عصری مسائل و مشکلات کے حل میں اجتہاد کا کردار

The Role of *Ijtihād* in the solution of contemporary issues and difficulties related to Medical Science

Dr. Mairaj Ali

Incharge & Instructor of Qurānic Studies, Namal University Mianwali

Email: mairajali520@gmail.com

Dr. Muhammad Umar Farooq

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Al-Qādir University Project Trust, Sohawa, Jhelum

Email: mufarooq111@gmail.com

ISSN (P):2708-6577

ISSN (E):2709-6157

ABSTRACT

It is an undisputed fact that the present age is the age of science and technology. The modern research and scientific discoveries are increasing rapidly day by day while new jurisprudential problems are arising day by day based on these researches. And with the passage of time, the number of these problems is also increasing continuously. So, in current's scientific era, many such problems are appearing which were not apparent in the past and no one could have imagined them at that time. So, Ijtihād is an indispensable thing for solving these problems. If a person wants to mold his individual or collective life completely into the Islamic mold and if he wants to maintain his relationship with Islam, then he must resort to Ijtihād, without it he cannot practice the whole religion of Islam. Undoubtedly, Ijtihad is required in every period with its prescribed conditions and necessary precautions. But this work belongs to the scholars of Shari'ah who have jurisprudence and ijtihad ability. They have their own special conditions which are not our topic of discussion right now. Contemporary problems and difficulties are faced in all spheres of human life, whether they are related to worship or financial matters, politics and court or society and ethics, halal food or medical science, etc. The importance and role of ijtihad in solving all these problems and difficulties is an undisputed fact. Here our research is about the title of "Role of Ijtihad in solving modern problems related to medical science". Therefore, in this article, the role of ijtihad in the operation of the human body and the modern problems related to it and its solution has been highlighted. For example, important contemporary issues such as the operation of the human body using modern equipment, the removal of the child from the pregnant woman's stomach by operation, the removal of the uterus by operation and the reassignment of the human sex by operation have been discussed. And the Shariah rules of these issues have been explained regarding justification and non-justification. In this regard, the opinions and sayings of contemporary scholars have also been quoted and finally, the impact of Ijtihad on these issues and its role has been highlighted in detail.

Keywords: Science and Technology, Ijtihad, Shari'ah, Medical Science, Operation

یہ بات ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سائنس و ٹیکنالوجی نے جہاں دیگر شعبہ ہائے زندگی میں نت نئی تبدیلیاں اور حیران کن انقلابات (Revolutions) برپا کیے ہیں اور انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں، وہیں جدید علم طب اور میڈیکل سائنس کے میدان میں بھی حیرت انگیز اور متاثر کن ترقی کی ہے۔ چنانچہ میڈیکل سائنس میں ترقی کی بدولت ایسی ایسی بیماریوں کے علاج دریافت ہو گئے ہیں جن کو آج سے کچھ عرصہ پہلے تک ناقابل علاج تصور کیا جاتا تھا۔ نیز آلات جدیدہ کے ذریعے ایسے کامیاب آپریشن اور سرجریاں کی جا رہی ہیں جن کا ماضی میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ موجودہ زمانے میں جدید طبی آلات اور مشینریاں، انسانی اعضاء کے مختلف آپریشنز (Operations)، الٹراساؤنڈ سسٹم (Ultrasound System)، ایکسرے (X-Ray) اور سرلیغ الفوائد ادویات (Medicines) سائنسی ترقی کا ہی مرہونِ منت ہے۔ اسی طرح انسانی اعضاء کی پیوند کاری (Transplantation) یعنی ایک انسان کے جسم کا کوئی حصہ اسی کے جسم میں دوسری جگہ لگانا، یا ایک انسان کا کوئی عضو کسی دوسرے انسان کے جسم میں منتقل کرنا مثلاً آنکھ، گردہ، جگر، دل، پتہ اور پھیپھڑے کو دوسرے انسان کے جسم میں فکس کرنا، انتقالِ خون اور جانوروں کے اعضاء کے ذریعے انسانی حیات کی بقاء وغیرہ، بھی میڈیکل کے میدان میں سائنسی ترقی کا شاہکار ہے۔ نیز سائنسی ترقی اور جدید ایجادات کا یہ سلسلہ ابھی تھما نہیں ہے بلکہ روز افزوں طبی انکشافات (Medical disclosures) اور نئی تحقیقات (New Research) میں اضافہ ہو رہا ہے اور ساتھ ہی جدید ترین طبی مشینریوں اور قیمتی آلات کی ایجادات سامنے آرہی ہیں۔ جن کی مدد سے ایسے ایسے لاعلاج امراض کے کامیاب علاج دریافت ہو رہے ہیں کہ عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ تاہم ان ترقیات نے نت نئے فقہی مسائل میں بھی اضافہ کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ تحقیق میڈیکل سائنس کے جدید مسائل اور ان کے شرعی حل میں اجتہاد کے اثر اور کردار پر مشتمل ہے۔ لہذا اس آرٹیکل میں میڈیکل کے مسائل حاضرہ کو مفصلاً بیان کیا گیا ہے اور محققین اہل علم کے اجتہاد و استنباط کی روشنی میں ان کا شرعی نقطہ نظر سے حل پیش کیا گیا ہے۔

جدید طبی مسائل کے حل میں اجتہاد کا اثر:

فی زمانہ سائنسی ترقی کی وجہ سے میڈیکل میں بہت سے ایسے نئے مسائل پیدا ہو گئے ہیں جن میں شریعت کی رہنمائی ضروری ہے۔ اس قسم کے مسائل خیر القرون اور قدیم فقہاء کے زمانے میں پیش نہیں آئے تھے کیونکہ جس ماحول میں وہ لوگ زندگی گزار رہے تھے اس میں نہ تو اس طرح کے جدید آلات اور مشینریوں کا کوئی وجود تھا اور نہ ہی علاج و معالجہ (Treatment) کی جدید صورتیں رائج تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں اس قسم کے مسائل اور فقہی پیچیدگیوں کا بھی کوئی سوال نہیں تھا۔ چنانچہ ان حضرات نے صرف انہی مسائل کے احکام سے بحث کی جو ان کے اپنے زمانے اور حالات کے مطابق تھے اور چونکہ مستقبل میں پیش آنے والے جدید مسائل سے ان کو سابقہ نہیں پڑا تھا اور نہ ہی وہ ان کے علم میں تھے اس لیے انہوں نے ان سے کوئی تعرض (Interference) بھی نہیں کیا۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ترقی (Development) ہوتی رہی اور اب زمانہ اور اس کے تقاضے بالکل بدل چکے ہیں۔ نئی ایجادات نے انسان کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ کل تک جن چیزوں کا تصور مشکل تھا آج وہی چیزیں حقیقت بن کر سامنے ظاہر ہو رہی ہیں۔ چنانچہ عصر حاضر میں میڈیکل سائنس کی ترقیات کی وجہ سے بہت سے نئے مسائل نے جنم لیا ہے۔ اس صورتحال کے پیش نظر علمائے اسلام اور اربابِ افتاء پر شرعی اور اخلاقی طور پر یہ ذمہ داری عائد ہوئی کہ وہ ان مسائل کے حل کے لیے ہمیشہ کی طرح اپنا کردار ادا کریں اور امت کے سامنے قرآن و سنت کے سنہری اصولوں اور فقہ اسلامی کے قوانین کی روشنی میں ان کا مناسب حل پیش کریں اور لوگوں کو ان کے جواز اور عدم

جواز کے بارے میں آگاہ کریں۔ چنانچہ عصر حاضر کے قابلِ اعتماد اور مسائل طب میں مہارت رکھنے والے علماء نے دقتِ نظر سے درپیش مسائل کا فقہی جائزہ لیا اور طبی مسائل اور علاجِ معالجہ (Treatment) کے احکام کے سلسلے میں انہوں نے مریضوں کی مصلحت یعنی کسی مریض کی جان بچانے، مرض کی نوعیت اور مزاجِ شریعت کو ملحوظ خاطر رکھا، اور شرعی اصولوں کو معیار بناتے ہوئے اپنی قوتِ اجتہاد سے جدید طبی مسائل کا محققانہ حل پیش کیا۔

آپریشن سے متعلق مسائلِ جدیدہ میں اجتہاد کا کردار

1- آلاتِ جدیدہ کے ذریعے جسمِ انسانی کا آپریشن

دورِ حاضر میں جدید طبی آلات اور مشینوں کی مدد سے انسانی جسم کے مختلف حصوں اور مختلف اعضاء کے آپریشن کیے جا رہے ہیں۔ مثلاً آنکھوں کا آپریشن، دماغ، دل، گردہ، جگر، پٹہ، پیٹ اور دیگر اعضاء کے آپریشن ہو رہے ہیں، اسی طرح ٹوٹے اور کٹے ہوئے ہاتھ، پاؤں اور ہڈیوں کو آپریشن کے ذریعے جوڑا جا رہا ہے۔ میڈیکل کے اس ترقی یافتہ دور میں انسانی جسم کے تقریباً ہر حصہ اور ہر عضو کے آپریشن ہو رہے ہیں۔ بالخصوص آجکل جسمِ انسانی کے آپریشن بہت عام ہو گئے ہیں اور موجودہ طبی میدان میں اس کا رجحان بہت بڑھ چکا ہے۔ جدید ترین میڈیکل آلات، ماہرینِ سرجن اور سرلیغ الفوائد ادویات (Quick-healing Medicine) نے آپریشن کے عمل کو کامیاب ثابت کر دیا ہے۔ لیکن یہاں فقہی اعتبار سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا انسانی جسم کا آپریشن اور اس کی کاٹ تراش شرعی نقطہ نظر اور اسلام کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

آپریشن کے مسئلے میں اجتہاد کا اثر:

اس سے پہلے کہ شرعی اعتبار سے مسئلہ ہذا کا حل پیش کیا جائے، اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ میڈیکل میں استعمال ہونے والے جدید طبی آلات (Modern Medical devices) اور ان کے ذریعے جسمِ انسانی کے آپریشن کا قدیم زمانوں میں کوئی تصور نہ تھا اور نہ ہی اس دور میں اس قسم کے آلات اور مشینوں کا کوئی وجود تھا۔ نیز ماضی میں اس قسم کی خطرناک اور مہلک بیماریاں بھی موجود نہ تھیں کہ جن کے لیے اس قسم کے پیچیدہ آپریشن کی حاجت ہوتی۔ دورِ جدید میں طب نے بڑی تیزی سے ترقی کی اور نئے طبی آلات اور جدید ترین مشینوں کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے اور اب میڈیکل انسٹیٹیوٹ قائم ہو گئے ہیں، نیز ماہرینِ ڈاکٹرز اور تجربہ کار سرجن (Experienced Surgeon) انسانی جسم کے کامیاب آپریشن کر رہے ہیں۔ چونکہ جدید طریقوں سے آپریشن کا ماضی میں وجود نہ تھا اسی وجہ فقہائے متقدمین نے بھی صراحتاً ان کے احکام کو ذکر نہیں فرمایا، لیکن آج جبکہ دن رات ہسپتالوں (Hospitals) میں انسان کے مختلف اعضاء کے آپریشن ہو رہے ہیں تو اس کی فقہی حیثیت معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ لہذا علمائے معاصرین نے قرآن و سنت کے مقرر کردہ اصول و کلیات اور فقہاء امت کے بیان کردہ قواعد و جزئیات (Rules and minutiae) کی روشنی میں زیر بحث مسئلہ کا حل امت کے سامنے پیش فرمایا اور مسئلے کی صحیح تطبیق اور حکم شرعی کے استنباط و استخراج کے سلسلہ میں قیاس و اجتہاد کا سہارا لیا۔ چنانچہ زندگی کے دیگر تمام شعبوں کی طرح طب اور میڈیکل کے میدان میں بھی پیدا شدہ جدید مسائل کے حل میں اجتہاد اثر انداز ہوتا ہے، لہذا میڈیکل کے جدید مسائل کے حوالے سے بھی اجتہاد کی اہمیت و کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

زیر بحث مسئلہ کی شرعی تحقیق:

اب ہم مذکورہ مسئلہ کا جواب شرعی اصولوں کی روشنی میں بیان کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اس مسئلہ کے دو الگ الگ پہلو ہیں۔ ایک پہلو انسانی جسم کے احترام اور اس کی تعظیم و تکریم سے متعلق ہے کیونکہ شریعت نے خود انسان کی فضیلت و کرامت کو بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ" ¹ لہذا اس احترام کا تقاضا یہ ہے کہ جسد انسانی کی چیر پھاڑ، کاٹ تراش اور آپریشن جائز نہ ہوں۔

دوسرا پہلو انسانی جان کا تحفظ اور حتی الامکان اس کو ہلاکت سے بچانے سے متعلق ہے۔ اس پہلو کا تقاضا یہ ہے کہ انسانی جسم کے کسی عضو کو ناکارہ و ضائع ہونے اور اس کی جان کو ہلاکت سے بچانے کے لئے آپریشن کا جواز ہونا چاہیے۔

چنانچہ علمائے عصر نے اسی دوسرے پہلو کو ملحوظ خاطر رکھا۔ کیونکہ شرعی اعتبار سے انسان پر واجب ہے کہ وہ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنی جان کو ہلاکت سے بچانے کی کوشش کرے، چونکہ انسان کا جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے لہذا انسان پر اپنی جان کی حفاظت اور اعضاء کا تحفظ واجب اور ضروری ہے اور اپنے جسم کو نقصان پہنچانا یا خود کشی کرنا یا شرعی مصلحت کے بغیر اپنے جسم کو ضرر پہنچانا، ناجائز اور حرام ہے۔ نیز انسان کے لیے نہایت ہی ضروری ہے کہ وہ آخری حد تک اپنے آپ کو ہلاکت کے کاموں سے دور رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی جان کو بچانے کے لیے شریعت نے اضطراری حالت (Impulsiveness) میں خون اور شراب پینے اور خنزیر و مردار کھانے کی اجازت دی ہے۔ حالانکہ یہ سب چیزیں شریعت اسلامی میں قطعی حرام اور ناجائز ہیں لیکن انسانی جان کے تحفظ اور اس کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے ان چیزوں کو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ سورہ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَنزِيرِ وَمَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنْ اضْطَرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ ² ترجمہ: اللہ نے تمہارے لیے مردار جانور، خون اور سور کو حرام کیا ہے اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔ لیکن جو شخص ان کو کھانے کے لیے انتہائی مجبور ہو جائے (اور وہ ان چیزوں میں سے کچھ کھالے) جبکہ اس کا مقصد نہ تولد حاصل کرنا ہو اور نہ وہ (ضرورت کی) حد سے آگے بڑھے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

اسی طرح انسانی جان کو ہلاک ہونے سے بچانے اور اس کی جان کے تحفظ کی خاطر فقہائے کرام نے علاج (Treatment) اور دواء (Medicines) کے طور پر حرام چیزوں کو استعمال کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ "شرب البنج للتداوی لَا بُاسَ بِهِ۔" ³ یعنی علاج اور دواء کے طور پر بھنگ پینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

پھر اگرچہ فقہائے کرام کی کتابوں اور ان کی عبارات میں آپریشن کے جواز و عدم جواز سے متعلق صراحتاً کوئی حکم مذکور نہیں ہے تاہم ان کی بعض عبارتوں میں اس سے ملتی جلتی کچھ صورتوں کا ذکر ملتا ہے جن سے آپریشن کے جواز پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں مذکور ہے: "اگر کسی عضو میں سڑن پیدا ہو جائے تو اس کو کاٹ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ وہ سڑن آگے سرایت نہ کرے۔ (نیز) سڑن کی وجہ سے ہاتھ کو کاٹ دینے اور پیٹ کو چیرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور نہ ہی مٹانے کو چاک کرنے میں کوئی مضائقہ ہے جبکہ اس کے اندر کنکری چلی گئی ہو" ⁴۔ آگے مزید تحریر فرماتے ہیں: ترجمہ: اگر کوئی شخص اپنی زائد انگلی یا کوئی اور (زائد) عضو کاٹنا چاہے تو علامہ نصیر فرماتے ہیں کہ اگر اس کو کاٹنے کی وجہ سے ہلاکت کا غالب گمان ہو تو اسے نہ کاٹے، اور اگر غالب گمان بچنے کا ہو تو اس کو کاٹنے کی گنجائش ہے۔ ⁵

بہر حال! انسانی عضو کی منفعت کو واپس لوٹانے اور عضو کو ضائع ہونے سے بچانے، انسانی جان کو ہلاکت سے محفوظ رکھنے کے لیے علماء عصر کے نزدیک جسم انسانی کا آپریشن شرعی اعتبار سے جائز ہے۔ اسی طرح اعضاء کی سرجری (Surgery of symmetry) کا جواز بھی مرخص ہے بشرطیکہ اس کی واقعی ضرورت بھی ہو۔ چنانچہ علماء نے اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ محض آرائش و زیبائش کے لیے کسی عضو کا آپریشن اور سرجری جائز نہ ہوگی۔ صحیح بخاری کی اس روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں ایک عورت کے بالوں کو دوسری عورت کے بالوں کے ساتھ ملا کر لمبا کرنے کی مذمت آئی ہے اور ایسا کرنے والی عورت پر لعنت کی گئی ہے۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے: عن ابن عمر، رضي الله عنهما: أنَّ رسول الله صَلَّى الله عليه وسلم قال: لعن الله الواصلة والمستوصلة.⁶ ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ ایک عورت کے بالوں کو دوسری عورت کے بالوں کے ساتھ جوڑنے والی اور کسی دوسری کے بالوں کو اپنے بالوں کے ساتھ جوڑنے والی عورت پر لعنت فرماتے ہیں۔ یعنی اس حدیث میں عورتوں کے بالوں کو جوڑنے پر جو لعنت کی گئی ہے اس کی اصل وجہ بالوں کو تزئین و آرائش ہے کیونکہ یہ کوئی واقعی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ انسانی جسم کی کوئی ضرورت وابستہ ہے۔ چنانچہ اس پر قیاس کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ محض تزئین و آرائش اور زیب و زینت کے لیے انسانی اعضاء کا آپریشن اور سرجری جائز نہیں ہے۔ نیز علماء نے انسانی بدن کے آپریشن کی اجازت چند شرائط کے ساتھ دی ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ جس ڈاکٹر سے جس عضو کا آپریشن کرایا جائے وہ اس کا ماہر اور سرجن ہو اور اس نے تجربہ کار اور ماہر ڈاکٹرز کے زیر نگرانی اس کی باقاعدہ تربیت حاصل کی ہو اور قانونی اعتبار سے اس کو آپریشن کی اجازت دی گئی ہو۔ نااہل (Disable) اور غیر تجربہ کار ڈاکٹرز (Inexperienced Doctors) کا آپریشن کرنا ناجائز ہے کیونکہ اس میں انسانی جان کے تحفظ کے بجائے اس کو مزید خطرے سے دوچار کرنا ہے۔ اگر خدا نخواستہ نااہل اور غیر تجربہ کار ڈاکٹر نے کوئی آپریشن کیا اور اس سے مریض کا کوئی عضو ضائع ہو گیا یا جان چلی گئی تو اس کا تاوان (Reimburse) اور دیت دینا (Assythment) پڑے گی۔ یا ڈاکٹر تو قابل اور ماہر ہے لیکن وہ غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرتا ہے اور مریض کو نقصان پہنچ جائے تو اس کا بھی تاوان دینا پڑے گا۔ چنانچہ جدید فقہی مباحث میں اسی طرح مذکور ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ: جس ڈاکٹر کو قانوناً (Juristically) علاج و معالجہ کی اجازت ہے اس نے اگر کسی مریض کا علاج کیا لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں مثلاً بعض جروری جانچیں نہیں کروائیں یا مریض کی پوری طرح دیکھ رکھ نہیں کی، اگر اس کے علاج کے باوجود مریض فوت ہو گیا یا اس کا کوئی عضو (آنکھ وغیرہ) ضائع ہو گیا تو ڈاکٹر کیا مریض کو پہنچنے والے نقصان کا یا اس کی جان کے تاوان کا ضامن ہو گا؟ اس کے جواب میں تمام حضرات کی متفقہ رائے یہ ہے کہ اس صورت میں ڈاکٹر پر ضمان ہو گا۔⁷

نیز آگے اس سے متعلق مزید مذکور ہے: یہ دلائل نہایت قوی ہیں اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ طبیب یا ڈاکٹر نے جب اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کیا اور اس سے مریض کو نقصان پہنچا تو مریض کو پہنچنے والے نقصان پر وہ مریض کو ہر جانہ ادا کرے اور اگر مریض کی جان چلی گئی تو وہ اس کی دیت ادا کرے۔⁸

2- بذریعہ آپریشن ماں کے پیٹ سے بچہ نکالنا

جسم انسانی کے آپریشن سے متعلق مسائل جدیدہ میں سے دوسرا اہم مسئلہ بذریعہ آپریشن ماں کے پیٹ سے بچہ نکالنے کا ہے۔ اس کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

میڈیکل سائنس سے متعلق عصری مسائل و مشکلات کے حل میں اجتہاد کا کردار

میڈیکل سائنس کی جدید ترقیات کی بدولت جہاں دیگر بہت سے مختلف قسم کے انسانی اعضاء کے آپریشن کامیابی سے انجام پا رہے ہیں وہیں حاملہ عورت کے پیٹ سے بچہ باہر نکالنے کا آپریشن بھی جدید آلات کی مدد سے کامیابی سے کیا جا رہا ہے۔ یعنی اگر حاملہ عورت (Pregnant Women) کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو اور آپریشن کیے بغیر بچہ کا پیدا ہونا مشکل ہو جائے اور اس میں بچہ یا ماں کی جان کو ہلاکت کا خطرہ لاحق ہو جائے تو آپریشن کر کے عورت کے پیٹ سے بچہ کو باہر لایا جاسکتا ہے۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس طرح سے جدید آلات کے ذریعے آپریشن کر کے بچہ کو باہر لانا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

اس مسئلہ کی ممکنہ صورتیں (Prospective Cases):

دراصل اس مسئلہ کی امکانی طور پر چار صورتیں ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل مذکور ہے؛

1. بچہ ماں کے پیٹ میں ہو، اور ماں اور بچہ دونوں زندہ ہوں اور بچہ کا بغیر آپریشن ماں کے پیٹ سے باہر نکالنا مشکل ہو۔
2. بچہ اور ماں دونوں کا انتقال ہو جائے یعنی ماں کے ساتھ بچہ بھی ماں کے پیٹ میں مَر جائے۔
3. بچہ ماں کے پیٹ میں مَر جائے لیکن ماں زندہ ہو۔
4. چوتھی اور آخری صورت یہ کہ ماں کا انتقال ہو جائے اور بچہ ابھی مردہ ماں کے پیٹ میں زندہ ہو۔

تفصیلی احکام:

یہاں ہم مذکورہ چاروں صورتوں کا حکم شرعی تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں، ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

پہلی صورت کہ جس میں ماں اور اس کے پیٹ میں بچہ (حمل) دونوں زندہ ہوں اور بچہ کا آپریشن کے بغیر صحیح و سالم باہر نکالنا مشکل ہو یا بغیر آپریشن پیدا ہونے میں بچہ یا ماں کی جان کے ضائع ہونے کا اندیشہ لاحق ہو تو اسی مجبوری کی صورت میں علماء و فقہاء نے بچہ کو باہر نکالنے کے لیے ماں کے پیٹ کو چاک کرنے اور اس کا آپریشن کرنے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ کفایت المفتی میں وضع حمل کے لیے شکم مادر (Belly Mother) کے آپریشن کے جواز سے متعلق مذکور ہے کہ: "زندہ بچہ کو نکالنے کے لیے پیٹ ماں کا چیر کر نکالنا جائز ہے کیونکہ ایسے آپریشن کامیابی سے ہو جاتے ہیں اور ماں اور بچہ دونوں زندہ رہتے ہیں مگر زندہ بچہ کا کاٹ کر نکالنا جائز نہیں۔" ⁹

اس سے پتہ چلا کہ زندہ بچہ کو ماں کے پیٹ سے صحیح و سالم باہر لانے کے لیے آپریشن کرنا، جائز ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس صورت میں زندہ بچہ کو کاٹ کر باہر نکالنا جائز نہیں ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی رقم طراز ہیں: "ولو كان حيًا لا يجوز تقطيعه لأن موت الأم به موهوم، فلا يجوز قتل آدمي حيٍّ لأمر موهوم." ¹⁰ نیز فتاویٰ رحیمیہ میں لکھا ہے کہ: "بچہ زندہ ہو تو کاٹنے کی شرعاً اجازت نہیں۔ بچہ کٹنے پر ماں کی زندگی کی گارنٹی کون دے سکتا ہے؟ لہذا آپریشن کر کے دونوں کی زندگی بچانے کی کوشش کی جائے گی۔" ¹¹ البتہ اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ جس میں ماں اور بچہ دونوں میں سے صرف ایک کی جان بچانا ممکن ہو تو ترجیحاً (Preferably) ماں کی جان کو بچایا جائے گا۔ چنانچہ جدید فقہی مسائل میں لکھا ہے کہ اگر بچہ ماں کے پیٹ میں زندہ ہو اور اس کو ساقط کیے بغیر ماں کی جان بچانا ممکن نہ ہو تو اس کو ساقط کر دیا جائے گا اور ماں کی جان کو بچا لیا جائے گا کیونکہ یہ "اھونُ البلیتین" ہے۔ کیونکہ ماں کی موت بچہ (حمل) کی موت کے مقابلے میں بڑا ضرر ہے، لہذا بڑے ضرر سے بچنے کے لیے چھوٹے ضرر کو گوارہ کر لیا جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ ماں کی سلامتی اور اس کا وجود مشاہدہ میں ہے جبکہ بچہ کا وجود مظنون ہے۔ لہذا ایک ظنّی شے کو مشاہدہ پر ترجیح نہیں ہو سکتی۔ ¹²

دوسری صورت کہ بچہ ماں کے پیٹ میں مَر جائے اور وضع حمل (Pregnancy) سے پہلے ماں بھی مَر جائے یعنی بچہ (حمل) اور ماں دونوں ہی مَر جائیں تو اس صورت کا حکم یہ ہے کہ عورت کو اسی طرح سے دفن کر دیا جائے گا، آپریشن کر کے بچہ کو باہر نکالنا جائز نہ ہو گا۔ اور ویسے بھی آپریشن کے ذریعہ مردہ بچہ کو باہر نکالنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے لہذا اس کو اسی طرح دفن کر دیا جائے گا۔

تیسری صورت یہ کہ بچہ ماں کے پیٹ میں مَر جائے اور بچہ کی موت کا یقینی طور پر علم ہو جائے لیکن ماں ابھی زندہ ہو تو اس صورت میں مردہ بچہ (Dead Child) کو باہر نکالنے کے لیے آپریشن نہیں کیا جائے گا بلکہ اگر بچہ صحیح سالم (Super safe) باہر نہ نکلے تو بچہ کو کاٹ کاٹ کر نکالا جائے گا۔ مردہ بچہ کی خاطر زندہ ماں کے پیٹ کو چیرنا اور آپریشن کرنا جائز نہ ہو گا۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "ترجمہ: جب بچہ حاملہ عورت کے پیٹ میں ہو اور بچہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کاٹ کر نکالنے کے علاوہ کوئی اور صورت نہ ہو اور اگر ایسا نہ کریں تو ماں کی جان کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر بچہ ماں کے پیٹ میں مَر چکا ہو تو اسے کاٹ کر نکالنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر بچہ زندہ ہو تو اس کو کاٹ کر نکالنے کو ہم جائز نہیں سمجھتے۔"¹³

چوتھی صورت یہ کہ عورت حاملہ ہو اور بچہ اس کے پیٹ میں زندہ ہو لیکن وضع حمل سے پہلے ماں کا انتقال ہو جائے۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت میں بچہ کی جان بچانے کے لیے مردہ ماں کے پیٹ کا آپریشن کر کے بچہ کو باہر نکالنا شرعاً کیسا ہے؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں۔ ایک ہے احترام انسانیت اور دوسری چیز ہے انسانی جان کو ہلاکت اور ضائع ہونے سے بچانا۔

اگر احترام انسانیت کا لحاظ کیا جائے تو مردہ عورت کے پیٹ کا آپریشن جائز نہ ہونا چاہیے کیونکہ انسان شرعاً محترم و مکرم ہے۔ پھر جس طرح وہ زندگی میں قابل احترام ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی قابل احترام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت کی رو سے مرنے والے کو تکلیف پہنچانا ایسے ہی گناہ ہے جیسے کسی زندہ انسان کو تکلیف پہنچانا۔ یعنی جیسے کسی زندہ انسان کو تکلیف پہنچانا حرام ہے ایسے ہی کسی کو مرنے کے بعد تکلیف پہنچانا حرام ہے۔ چنانچہ امام مالکؒ نے اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت نقل فرمائی ہے: ترجمہ: "امام مالکؒ سے مروی ہے کہ انہیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ فرماتی ہیں کہ کسی مَرے ہوئے مسلمان کی ہڈی توڑنا (گناہ کے اعتبار سے) ایسے ہے جیسے کسی زندہ کی ہڈی توڑنا"¹⁴

چنانچہ اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ عورت کے مرنے کے بعد اس کے پیٹ کا آپریشن کر کے بچہ کو نکالنا جائز نہ ہونا چاہیے، لیکن دوسری طرف ایک انسانی جان کو ہلاکت اور ضائع ہونے سے بچانا بھی شرعاً مقصود و محمود ہے۔ لہذا زندہ بچہ کی جان بچانے کی خاطر مردہ ماں کے پیٹ کا آپریشن جائز ہونا جائز چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے اسے مرخص کہا ہے بشرطیکہ طبی تحقیق اور قوی دلائل سے یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں ابھی زندہ ہے۔ اس کا علم ماں کے پیٹ کی حرکت یا آجکل الٹراساؤنڈ کی جدید ٹیکنالوجی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔

بذریعہ آپریشن بچہ نکالنے کا فقہی استدلال:

زندہ بچہ کی جان کو بچانے اور اسے صحیح و سلامت ماں کے پیٹ سے باہر نکالنے کے لیے مردہ ماں کے پیٹ کا آپریشن کرنا، فقہاء کرام کے ہاں جائز ہے لیکن شرط یہی ہے کہ بچہ کا زندہ ہونا متیقن ہو۔ اگرچہ فقہائے متقدمین کے دور میں جدید آلات اور جدید طریقے کے مطابق آپریشن کا وجود نہ تھا، تاہم انہوں نے امکانی طور پر ایسی صورت میں عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکالنے کا حکم دیا۔ اس سے

آپریشن کا جواز مصرح (Specified) ہے۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ ان حضرات کے زمانے میں اس کا کوئی سادہ طریقہ موجود ہو۔ چنانچہ علامہ کاسانی فرماتے ہیں: ترجمہ: "حاملہ عورت کا انتقال ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہو، پس اگر غالب گمان یہ ہو کہ وہ بچہ زندہ ہے تو اس عورت کے پیٹ کو چاک (آپریشن) کر دیا جائے گا، اس لیے کہ ہم دو آزمائشوں میں مبتلا ہو گئے لہذا ہم ان میں سے جو آسان ہے اس کو اختیار کر لیں گے، اور مردہ ماں کے پیٹ کو چاک کرنا زندہ بچہ کو ہلاک کرنے کے مقابلے میں زیادہ آسان ہے"۔¹⁵

اسی طرح سے فتاویٰ ہندیہ میں بھی مرقوم ہے: امرأة ماتت والولد يضطرب في بطنها قال مُجدِّدُ رحمہ اللہ تعالیٰ یشق بطنها ویخرج الولد لا یسع إلا ذلک۔¹⁶ ترجمہ: ایک عورت مر جائے اور بچہ اس کے پیٹ میں حرکت کرے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس عورت کے پیٹ کو چاک کر دیا جائے گا اور اس بچہ کو نکال لیا جائے گا، اس کے علاوہ کی گنجائش نہ ہوگی۔

نیز فتاویٰ محمودیہ میں بھی مذکور ہے کہ: "عامۃً جب حاملہ کا انتقال ہو جاتا ہے تو بچہ پیٹ میں مر جاتا ہے، زندہ نہیں رہتا، لیکن اگر قرآن سے معلوم ہو کہ بچہ زندہ ہے تو فوراً آپریشن کر کے نکال لیا جائے۔" ¹⁷

بہر حال! ان مذکورہ حوالہ جات اور فقہی عبارات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر مردہ ماں کے پیٹ میں بچہ کا زندہ ہونا حتمی طور پر معلوم ہو جائے تو ماں کے پیٹ کو چاک کرنا (Cut the Belly) اور آپریشن کر کے بچہ کو نکالنا جائز ہے کیونکہ یہ اھولُ البلیتین ہے، نیز زندہ انسان مردہ کے مقابلے میں زیادہ قابلِ لحاظ اور قابلِ تکریم ہے۔ اور اگر بچہ کو نہ نکالا جائے اور اس کو اسی طرح دفن کر دیا جائے تو مردہ کے ساتھ زندہ بچہ کو درگور کرنا لازم آئے گا جو کہ قطعی طور پر جائز نہیں ہے۔

3- از روئے شرع آپریشن کے ذریعہ بچہ دانی (Uterus) نکلوانا:

میڈیکل سائنس کے منجملہ جدید مسائل کے ایک اہم مسئلہ بذریعہ آپریشن بچہ دانی نکلوانے کا ہے۔ چنانچہ آجکل بعض خواتین جدید آلات کے ذریعہ بچہ دانی (Uterus) نکلوانے کے لیے آپریشن کر رہی ہیں۔ اس کی نوبت عام طور پر اس وقت آتی ہے جبکہ عورت حمل اور ولادت کے مشقت اور تکلیف اٹھانے سے عاجز آجائے تو وہ ضبطِ ولادت (Seizure of birth) کے طور پر اس تکلیف سے بچنے کے لیے آپریشن کے ذریعہ بچہ دانی (Uterus) نکلوا دیتی ہے تو آیا اس طرح سے آپریشن کر کے عورت کا بچہ دانی نکلوانا شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟

مذکورہ مسئلہ میں اجتہاد کا اثر:

مذکورہ مسئلہ ایک نیا اور اجتہادی نوعیت کا مسئلہ ہے کیونکہ عہدِ رسالت ﷺ، عہدِ صحابہ اور آئمہ مجتہدین کے دور میں ایسے آپریشن کا کوئی وجود ہی نہ تھا کیونکہ اس دور میں نہ تو جدید طرز کے آلات (Devices) موجود تھے جن کی مدد سے اس طرح کامیاب آپریشن کرنا ممکن ہوتا اور نہ ہی دورِ حاضر کی طرح سرلیج الفوائد وایات کا کوئی وجود تھا جن کے استعمال سے انتہائی قلیل عرصہ میں آپریشن سے پیدا شدہ زخم اور تکلیف کا تدارک (Redressal) کیا جاسکے۔ چونکہ اس دور میں ایسے آپریشن ناپید تھے، اس لیے قرآن و سنت اور فقہائے مجتہدین کی کتابوں میں اس مسئلہ کے جواز و عدم جواز سے متعلق کوئی واضح ہدایت یا صریح فقہی جزیئہ منقول نہیں ہے۔ البتہ ایسے اصول و نظائر ضرور ملتے ہیں جن سے زیر بحث مسئلہ کا حکم معلوم کرنے میں رہنمائی مل سکے۔

چنانچہ آج سائنس و ٹیکنالوجی کے اس دور میں میڈیکل کی تحقیقات و ترقیات نے اس آپریشن کو ممکن بنا دیا ہے اور اب سرجن ڈاکٹر اس کے آپریشن کو کامیابی سے انجام دے رہے ہیں۔ لہذا اس مسئلہ کی فقہی حیثیت اور شرعی حکم کی تحقیق کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ علمائے عصر نے اصول و نظائر کی روشنی میں اپنے اجتہاد و استنباط کے ذریعہ حکم شرعی کا استخراج کیا۔

بچہ دانی (Uterus) نکلوانے کی ممانعت:

واضح رہے کہ عام حالات میں آپریشن کے ذریعہ بچہ دانی نکلوانا شرعی اعتبار سے سخت ناجائز اور حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ دانی نکلوانے سے عورت بچہ جننے کی قوت و صلاحیت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاتی ہے اور یہ شریعت کے منشاء اور مقاصد کے خلاف ہے کیونکہ نکاح کا مقصود اصلی ہی نوع انسانی کی بقاء (Survival) اور تحفظ (Protection) ہے اور یہ نسل انسانی (Humanity) کو بڑھانے کا ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں بچہ جننے والی عورت کی تعریف کی گئی ہے اور کثرت سے بچے جننے والی عورت سے نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔ حدیث میں ہے: ترجمہ: "معتقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہو، کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔"¹⁸ نیز مصنف عبد الرزاق کی روایت میں ایک قصہ بیان کیا گیا ہے اور اس میں یہ مضمون بڑی صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے بچا کی ایک بیٹی ہے جو بہت حسین اور مال والی ہے لیکن وہ بانجھ (barren) ہے تو کیا میں اس سے شادی کر لوں؟ تو آپ ﷺ نے انہیں دو باتیں مرتبہ اس سے منع فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ بچے جننے والی سیاہ (کالی) عورت میرے نزدیک اس حسین بانجھ (barren) عورت سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میں قیامت کے دن تمہاری کثرت تعداد کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔¹⁹ اس سے ملتا جلتا مضمون سنن نسائی کی روایت میں بھی موجود ہے۔²⁰

معلوم ہوا کہ امت کی کثرت بروز قیامت نبی اکرم ﷺ کے لیے باعثِ فخر و عزت ہوگی۔ لہذا ان احادیث کا تقاضا یہ ہے کہ آپریشن کے ذریعہ بچہ دانی نکلوانا شرعاً جائز نہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ قطع نسل (excide the generation) کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شرعاً ایسے اسباب و ذرائع اختیار کرنے کی بھی مذمت کی گئی ہے جس سے اولاد کی پیدائش میں رکاوٹ واقع ہو۔ چنانچہ عام حالات میں عزل (Separation from the wife while having intercourse)، مانع حمل ادویات (Contraceptives) کا استعمال اور اسقاطِ حمل (Abortion) کی کراہت و ممانعت وارد ہوئی ہے اگرچہ عذر شرعی کی بناء پر مخصوص حالات میں اس کی گنجائش ہے، لیکن بلا عذر جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ منقول ہے: ترجمہ: "عزالدین بن عبد السلام سے پوچھا گیا کہ کیا عورت کے لیے مانع حمل دوائیں استعمال کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ عورت کے لیے ایسی دواء کا استعمال جائز نہیں جو اس کے حمل کی قوت کو ختم کر دے۔"²¹

عدم جواز کی شرعی نظیر:

بچہ دانی نکلوانے کے عدم جواز کی واضح نظیر "اختصاء" کا عمل ہے جس کی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔ "اختصاء" کا مطلب ہے کہ انسان کے فوطوں کی گولیاں نکال دی جائیں جس سے اس کی جنسی صلاحیت (Sexual ability) بالکل ختم ہو جائے۔ اس کی ممانعت کی وجہ یہی ہے کہ اس سے انسان کی تولیدی صلاحیت (Reproducibility) ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ جب بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے انہیں اس سے منع فرمادیا۔ عن قیس عن عبد اللہ رضی

میڈیکل سائنس سے متعلق عصری مسائل و مشکلات کے حل میں اجتہاد کا کردار

اللہ تعالیٰ عنہما کنا نغزوا مع النبی ﷺ ولبس معنا نساء فقلنا ألا نختصیٰ فنهنا عن ذلك.²² اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خصی ہونا شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے انسان تولیدی صلاحیت (Reproducibility) سے بالکل محروم ہو جاتا ہے، جو کہ قطع نسل (excide the generation) کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ اسی سے استدلال کرتے ہوئے علماء نے ضبط ولادت (Seizure of birth) کے آپریشن اور بچہ دانی نکلوانے کو بھی ناجائز کہا ہے کیونکہ اس سے بھی انسان کی تولیدی صلاحیت (Reproducibility) مستقل طور پر ختم ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے خصی ہونے کی ناجائز ہونے پر اہل علم کا اتفاق ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "والحجة فيه أنهم اتفقوا على منع الجلب والخصاء الخ"²³ نیز علامہ حصکفیؒ بھی "اختضاء" کو حرام قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "أما خصاء الأدمي فحرام"²⁴ حتیٰ کہ اگر کسی نے دوسرے کو زبردستی خصی کر دیا تو خصی کرنے والے کو اس کا تاوان ادا کرنا پڑے گا اور اس کا تاوان ایک انسان کو قتل کرنے کے برابر ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور زمانہ کتاب "الہدایہ" میں لکھا ہے: ومن ضرب صلب غيره فانقطع ماؤه تجب الدية" لتفويت جنس المنفعة"²⁵ ترجمہ: جو شخص کسی کی پشت پر اس طرح مارے کہ اس کا مادہ منویہ جاتا رہے تو ایک خاص نوعیت کی منفعت کے فوت ہو جانے کی وجہ سے دیت واجب ہوگی۔ نیز شیخ شہاب الدین ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ عورت کے حاملہ ہونے اور مرد کے حاملہ کرنے کی استعداد کو ختم کرنا بھی موجب دیت ہے اس لیے کہ یہ توالد و تناسل (Childbirth) سے محروم کر دیتا ہے۔²⁶ یہی رائے شیخ عبدالرحمن الجزریؒ نے بھی ظاہر کی ہے، اور موجب دیت ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اس سے نسل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔²⁷ فقہاء کی ان عبارتوں سے اس بات کی تصریح ہوتی ہے کہ کسی انسان کو اس کی تولیدی صلاحیت سے محروم کرنا خواہ مرد ہو یا عورت، مجرم کے اعتبار سے ایک انسانی جان کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

تولیدی صلاحیت کو ختم کرنا:

شریعت میں نکاح کو محض خواہش نفسانی اور جنسی تسکین (Sexual Satisfaction) کا ذریعہ بنانے کی بھی مذمت کی گئی ہے اور اس کا مقصد توالد و تناسل اور اولاد کا حصول بتایا گیا ہے۔²⁸ اولاد اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، جبکہ بچہ دانی نکلوانا کفران نعمت ہے اور ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی ناشکری ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں انسانی ذہن کے اس وہم کو بھی دور کر دیا گیا ہے کہ اولاد کی کثرت معاشی مسائل اور تنگی رزق کا سبب ہے۔ قرآنی آیات میں دو ٹوک الفاظ میں بتا دیا گیا ہے کہ رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور سب کی روزی اسی کے ذمہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "وما من دابة في الأرض إلا على الله رزقها"²⁹ یعنی زمین پر رہنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے کہ جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ نیز سورہ اسراء میں ارشاد ہے: "ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم"³⁰ یعنی اپنی اولاد کو تنگدستی (فقر و فاقہ) کے خوف سے قتل مت کرو، ہم انہیں بھی روزی دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔

حمل اور ولادت کی تکلیف فطری بات ہے:

باقی رہی یہ بات کہ دوران حمل اور ولادت کے وقت مشقت و تکلیف پیش آتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حمل اور ولادت کے وقت تکلیف و مشقت کا پیش آنا ایک عمومی (general matter) اور فطری چیز (Natural Thing) ہے جس کا قرآن پاک میں بھی ذکر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "حملته أمه كرهًا ووضعته كرهًا"³¹ لہذا یہ بھی ممکن ہے کہ اگر فی الحال تکلیف وغیرہ کے عذر کی وجہ سے بچہ دانی نکلوا دی جائے اور بعد میں عمر کے تغیر یا حالات کے پیش نظر تکلیف کی شدت ختم ہو جائے اور بچہ کی ولادت میں سہولت پیدا ہو

جائے یا آئندہ کسی وقت بچہ دانی کی ضرورت پیش آجائے تو پھر اس کا کیا حل ہو گا؟ جبکہ بچہ دانی نکلوا کر تولیدی صلاحیت سے پہلے ہی محرومی ہو چکی ہو۔

استقرارِ حمل سے بچنے کی عارضی تدابیر اور طریقے:

مذکورہ بالا تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ عام حالت میں اولاد سے بچنے کے لیے کوئی بھی ذریعہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ سخت تکلیف اور بیماری سے حفاظت کے لیے عارضی اور وقتی طور پر استقرارِ حمل (Stability of Pregnancy) سے بچنے کی تدبیر اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔ مثلاً عزل کا طریقہ فی الحال حمل سے بچنے کے لیے مانع حمل ادویات کا استعمال، مادہ منویہ کو بچہ دانی میں پہنچنے سے روکنے کے لیے آجکل غباروں (Condoms) کا استعمال یا حمل میں جان پڑنے سے پہلے اس کا اسقاط وغیرہ، کیونکہ جان پڑنے کے بعد اسقاطِ حمل بالاجماع ناجائز اور حرام ہے۔³²

الحاصل مذکورہ بالا طریقوں اور تدابیر کے ذریعہ عارضی طور پر استقرارِ حمل سے روکنے کی اجازت ہے کیونکہ دو ضرروں (Two harms) میں سے کم تر کو گوارہ کر لیا جائے گا یعنی بڑے نقصان سے بچنے کے لیے چھوٹے نقصان کو برداشت کیا جائے گا۔ چنانچہ بچہ دانی نکلوانے کے مقابلے میں ان ذرائع کو اہول البلیتین کے طور پر اختیار کر لیا جائے گا۔ چنانچہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے عزل کا ثبوت ملتا ہے۔ عن جابر، قال: کُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ.³³ ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی پاک ﷺ کے زمانے میں عزل کیا کرتے تھے حالانکہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر عزل حرام ہوتا تو اللہ تعالیٰ قرآن میں اس کی ممانعت نازل فرما دیتے۔

اضطرابی حالت کا حکم:

ہاں! اگر مذکورہ صورتیں اس سلسلہ میں کارگر ثابت نہ ہوں اور صورتِ حال اس قدر سنگین (Serious) ہو جائے کہ بچہ دانی نہ نکلوانے کی صورت میں عورت کی جان کے ضائع ہونے یا اسے ناقابلِ تلافی مضرت (harm) پہنچنے کا غالب اندیشہ ہو اور بچہ دانی نکلوانے کے علاوہ کوئی اور مؤثر حل سامنے نہ ہو، نیز مسلمان دیندار تجربہ کار ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ عورت کی جان بچانے کے لیے بچہ دانی نکالنے کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے تو پھر ایسی ناگزیر مجبوری اور اضطرابی حالت میں بچہ دانی نکلوانے کی اہل علم نے رخصت اور اجازت دی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ محمودیہ میں مذکور ہے: اگر کوئی دوسری صورت ممکن نہ ہو تو پھر بحالتِ مجبوری عورت کی جان بچانے کے لیے بچہ دانی نکلوانے کی بھی گنجائش ہے۔ جب تک دوسری صورت بھی قابلِ عمل ہو، بچہ دانی نہ نکلوائی جائے۔³⁴

نیز فتاویٰ رحیمیہ میں بھی بحالتِ اضطراب عورت کی جان بچانے کے لیے بچہ دانی کا آپریشن کرانے کی اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ مذکور ہے: اگر عورت کی صحت خراب ہونے کی وجہ سے اس میں ضبطِ حمل کی قوت نہ رہی ہو اور جان کا خطرہ ہو اور اس کی اجازت مسلمان دیندار حکیم حاذق یا مسلمان دیندار تجربہ کار ڈاکٹر دیتا ہو تو آپریشن کر سکتے ہیں۔³⁵

بہر کیف! علمائے عصر کی ان تحریرات و تصدیقات سے پتہ چلتا ہے کہ ناگزیر اسباب، مخصوص حالات اور اضطرابی کیفیت میں عورت کو ہلاکت یا شدید مضرت سے بچانے کے لیے بچہ دانی نکلوانے کی گنجائش ہے بشرطیکہ دیندار ماہر ڈاکٹر یہ فیصلہ کرے کہ اب عورت کی جان بچانے کے لیے بچہ دانی نکلوانے کے علاوہ کوئی دوسرا حل نہیں ہے۔

4۔ اسلام میں بذریعہ آپریشن تبدیلی جنس کرانے کی حیثیت

میڈیکل سائنس اور طب کے میدان میں ترقی کا تسلسل تاحال جاری ہے۔ ہر آنے والے دن نئی سے نئی تحقیقات اور کامیاب طبی تجربات کا مشاہدہ ہو رہا ہے اور اب جدید میڈیکل تحقیقات اور تجربات کے باعث ایسا انقلاب آیا ہے کہ کل تک جو علاج یا آپریشن ناممکن تصور کیا جاتے تھے اب وہ ممکن ہو چکے ہیں۔ منجملہ دیگر جدید طبی مسائل کے جن کا ماقبل میں ذکر گزر چکا ہے، ایک اہم مسئلہ آپریشن کے ذریعہ جنس انسانی کی تبدیلی کا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے میڈیکل آپریشن کے ذریعہ اپنی جنس (Sex) کو تبدیل کر کے دوسری جنس (Sex) اختیار کر لی جائے۔ لہذا اگر وہ پہلے عورت تھی تو اس آپریشن کے بعد وہ مرد بن جاتا ہے اور اگر پہلے مرد تھا تو اس کے بعد وہ عورت بن جاتی ہے، یہ تبدیلی جنس (Transgender) کا عمل کہلاتا ہے۔ چنانچہ آج سے کچھ عرصہ قبل اٹلی (ٹک) میں تبدیلی جنس (Transgender) کا ایک واقعہ سامنے آیا کہ ایک عورت آپریشن کے ذریعہ مرد بن گئی اور تبدیلی کا یہ عمل پوری طرح کامیاب رہا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ تبدیلی جنس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ آیا اس قسم کے میڈیکل آپریشن کے ذریعہ مرد کا اپنی جنس بدل کر عورت بننا عورت کا مرد بننا جائز ہے یا نہیں؟

تبدیلی جنس کے مسئلہ میں نظریہ اجتہاد کی ضرورت:

مذکور الذکر مسئلہ عہد جدید کا بالکل ہی نیا مسئلہ ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا آج سے پہلے کسی کے دل میں وہم و گمان بھی نہ ہوا ہو گا کہ آئندہ کبھی ایسا بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ انسان کی جنس (Sex) ہی بدل دی جائے۔ لیکن موجودہ زمانے میں طبی تجربات (Medical Experiments) نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بذریعہ آپریشن جنس انسانی کی تبدیلی بھی ممکن ہے جیسا کہ ماقبل کی سطور میں اٹلی میں پیش آمدہ واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ ایک عورت آپریشن کے ذریعہ اپنی جنس تبدیل کر دے ایک کامیاب مرد بن گئی۔ تبدیلی جنس سے پہلے جب وہ عورت تھی تو اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور جنس بدلنے کے بعد اب جبکہ وہ مرد بن چکا ہے تو اس کو شادی کے بعد دو بچے (ایک لڑکا اور ایک لڑکی) پیدا ہوئے ہیں۔ آپریشن کے بعد نہ صرف یہ کہ وہ مرد بن گئی ہے بلکہ ہر اعتبار سے مردوں کی طرح محسوس ہوتی ہے۔³⁶

چونکہ تبدیلی جنس (Transgender) کا مسئلہ بالکل نیا اور جدید نوعیت کا ہے اور خیر القرون اور فقہائے مجتہدین کے ادوار میں اس کا کوئی وجود نہیں تھا، اس وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین و تبع تابعین اور آئمہ مجتہدین کی طرف سے اس بارے میں کوئی صریح دلیل یا جزیئہ منقول نہیں ہے۔ البتہ قرآن و سنت میں ایسے اصول اور قواعد موجود ہیں کہ جن کی روشنی میں اس کا حل دریافت کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ جب تبدیلی جنس کا یہ واقعہ پیش آیا اور علمائے عصر سے اس کے شرعی حکم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے تحقیق و تنقیح سے کام لیا اور اپنے اجتہاد کی روشنی میں اس مسئلہ کا مدلل اور شافی حل پیش کیا۔

مسئلہ کی شرعی حیثیت:

جواب کا حاصل یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے کسی بھی انسان کے لیے آپریشن کے ذریعہ اپنی جنس کو تبدیل کرنا، ہرگز جائز نہیں ہے۔ اس کی دو بنیادی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے کسی مرد کے لیے عورتوں کے مماثل وضع قطع (Featuring) اور ظاہری خلیہ اختیار کرنا اور اسی طرح کسی عورت کے لیے مردوں کی سی وضع قطع اختیار کرنا، ہرگز جائز نہیں ہے اور ایسا کرنے والے مردوں اور عورتوں پر حدیث میں

لعنت بھیجی گئی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتے ہیں ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور اسی طرح ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔³⁷ جبکہ یہاں تبدیلی جنس کی صورت میں نہ صرف یہ کہ ظاہری مشابہت ہوتی ہے بلکہ مستقل طور سے حقیقت ہی بدل جاتی ہے۔

دوسری وجہ ناجائز ہونے کی یہ ہے کہ تبدیلی جنس قدرت کے تخلیقی نظام میں دخل اندازی کے مترادف ہے۔ وہ اس طرح کی اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو عورت پیدا کیا ہے اور وہ آپریشن کے ذریعہ جنس تبدیل کروا کے مرد بن جائے یا اس کے برعکس کوئی مرد عورت بن جائے تو یہ مقصد تخلیق کے سخت خلاف ہے۔ لہذا تبدیل جنس ایک شیطانی فعل اور ناپسندیدہ عمل ہے اور تغیر خلق میں داخل ہے، اس لیے اس کی حرمت میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں ہے۔

چنانچہ فتاویٰ محمودیہ میں تبدیلی جنس سے متعلق اس مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے۔³⁸ یہاں ہم بعینہ سوال و جواب کو نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

سوال: سیکس تبدیل کرنا یعنی آپریشن کے ذریعہ مرد سے عورت بننا، یا عورت سے مرد بننا شریعتِ مطہرہ کی رو سے کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟ اس قسم کے متعدد واقعات ہو چکے ہیں اس لئے عالی جناب کو زحمت دی جا رہی ہے۔

جواب: جو مرد زنانه بیت (Female Phasis) اختیار کرے یا زنانه لباس پہنے اس پر حدیث پاک میں لعنت آئی ہے، اسی طرح جو عورت مردانه بیت اختیار کرے، یا مردانه لباس پہنے اس پر بھی حدیث پاک میں لعنت آئی ہے: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال۔³⁹ ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔“ حتیٰ کہ جو عورت مردوں کی طرح گھوڑے پر سوار ہو اس پر بھی لعنت آئی ہے۔ ”لعن اللہ الفروج علی السروج۔“⁴⁰ پھر مستقلاً صفتِ ذکورت کو انوشت میں تبدیل کرنا، یا صفتِ انوشت کو ذکورت میں تبدیل کرنا کہاں درست ہو گا کہ اس میں ہر دور کی تخلیق کی مخصوص غایت ہی فوت ہو جاتی ہے، تغیر خلق اللہ کی قباحت قرآن کریم میں مذکور ہے۔⁴¹

اس ساری بحث کا حاصل اور لب لباب یہ ہے کہ کسی مرد کے لیے آپریشن کے ذریعہ جنس (سیکس) تبدیل کر کے عورت بنانا کسی عورت کے لیے آپریشن کے ذریعہ مرد بننا، ہر گز جائز نہ ہو گا۔ یہ فعل سخت شنیع اور قابلِ مذمت ہے اور قدرت کے نظامِ تخلیق میں دخل اندازی اور تغیر کے باعث نضاً و شرعاً حرام ہو گا۔

جنس کی تبدیلی کے بعد کے احکام:

جب اوپر پیش کردہ تفصیل سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ جنس کی تبدیلی یعنی مرد کا عورت اور عورت کا مرد بننا شرعی اعتبار سے درست نہیں بلکہ حرام ہے تو سوال یہ ہے اگر بالفرض کوئی شخص اس حرام کار تکاب کر کے اپنی جنس تبدیل کر لے تو اب اس پر کون سے احکام نافذ ہونگے تبدیلی سے پہلے یا تبدیلی کے بعد والے؟

جواب کا حاصل یہ ہے کہ درحقیقت شریعت کے احکام انسان پر اس کی موجودہ حالت کے اعتبار سے لگتے ہیں، مثلاً تبدیلی سے پہلے مرد تھا تو اس پر مردوں کے احکام نافذ ہونگے اور تبدیلی کے بعد عورت بن گئی تو اب عورتوں کے احکام نافذ ہونگے اسی طرح اس کے

میڈیکل سائنس سے متعلق عصری مسائل و مشکلات کے حل میں اجتہاد کا کردار

برعکس ہو گا۔ چنانچہ علماء عصر کی کتابوں میں لکھا ہے: ہر چند کہ جنسی تبدیلی حرام اور موجب لعنت ہے، لیکن اگر کسی نے ایسا کیا اور اس کی جنس تبدیل ہو گئی اور واقعاً عورت سے مرد بن گیا تو مردوں کے احکام اس پر جاری ہونگے اور اگر مرد سے عورت بن جائے تو اس تبدیلی کے بعد عورت کے احکام اس پر جاری ہوں گے۔⁴²

ایک ضمنی مسئلہ:

یہاں اسی کے ضمن میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ آیا تبدیلی جنس کی مذکورہ صورت میں تبدیلی کے عمل سے پہلے پیدا ہونے والے لڑکے کا، بعد میں پیدا ہونے والی لڑکی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ حاصل جواب یہ ہے کہ ان کا آپس میں نکاح درست نہیں کیونکہ یہ آپس میں اخپانی بہن بھائی بنیں گے جبکہ اخپانی بہن بھائی کا ایک دوسرے سے نکاح بتصریح فقہاء شرعاً جائز نہیں ہے۔⁴³ علمائے عصر میں سے مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے تبدیلی جنس کی صورت کے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ وہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

ایک ہی ذات سے جو لڑکا لڑکی پیدا ہوئے اگرچہ ہر ایک کی پیدائش پر اس کی صفت جدا گانہ تھی، پھر بھی ایک ذات سے مولود ہونے کی بناء پر ان کے درمیان ازدواج کا تعلق درست نہیں۔ جس طرح عینی بہین سے نکاح حرام ہے اسی طرح علّاتی اور اخپانی بہن سے بھی حرام ہے۔

44

خلاصہ کلام یہ کہ جس طرح تبدیلی جنس کا عمل جائز نہیں ہے اسی طرح اس عمل کے نتیجے میں تبدیلی سے پہلے اور تبدیلی کے بعد کی اولاد کا آپس میں نکاح بھی فقہ اسلامی کی رو سے جائز نہیں ہے۔

نتائج بحث:

1۔۔ سائنس و ٹیکنالوجی نے جہاں دیگر شعبہ ہائے زندگی میں نئی تبدیلیاں پیدا کی ہیں، وہیں میڈیکل سائنس کے میدان میں بھی حیرت انگیز (Wonderful) اور حیران کن (amazing) ترقی کی ہے۔ جتنی جدید مشینریاں اور طبی آلات آج موجود ہیں ماضی میں اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ اب روز افزوں طبی انکشافات (Medical evolutions) اور نئی تحقیقات میں اضافہ ہو رہا ہے۔

2۔۔ میڈیکل سائنس کے پیش آمدہ جدید مسائل کے حل کے لیے اجتہاد شرعی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ علمائے عصر اور اباب افتاء کی دینی ذمہ داری ہے کہ وہ ان مسائل کے حل کے لیے ہمیشہ کی طرح اپنا کردار ادا کریں اور قرآن و سنت کے سنہری اصولوں اور فقہ اسلامی کے قوانین کی روشنی میں امت کے سامنے ان مسائل کا مناسب حل پیش کریں اور لوگوں کو ان کے جواز و عدم جواز سے متعلق آگاہ کریں۔

3۔۔ یہاں آپریشن سے متعلق چند اہم مسائل حاضرہ کو پیش کیا گیا ہے جو حسب ذیل ہیں:

(1) آلات جدیدہ کے ذریعے جسم انسانی کا آپریشن (2) بذریعہ آپریشن ماں کے پیٹ سے بچہ نکالنا (3) آپریشن کے ذریعے بچہ دانی (Uterus) نکالنا (4) اسلام میں بذریعہ آپریشن تبدیلی جنس (Transgender) کرانے کی حیثیت

4۔۔ مذکورہ بالا مسائل کے جواز و عدم جواز سے متعلق قرآن و سنت میں کوئی واضح ہدایت یا صریح فقہی جزیئہ منقول نہیں تھا، لہذا فقہائے امت نے قرآن و سنت سے مانع قواعد و ضوابط (Rules and Regulations) کی روشنی میں ان مسائل کا فقہی جائزہ لیا اور پوری طرح غور و خوض (Consideration) کے بعد قیاس و اجتہاد کے ذریعہ ان عصری مسائل (Contemporary Issues) کا شرعی حل پیش فرمایا۔

5۔۔۔ حاصل کلام یہ کہ جدید مسائل کے حل کے لیے اجتہاد ایک ناگزیر چیز (Inevitable Thing) ہے، بلاشبہ اس کی اہمیت و کردار مسلم ہے اور یہ ہر دور کی ضرورت ہے، اجتہاد کے بغیر اس قسم کے جدید مسائل کا شرعی حل اخذ کرنا قطعاً ممکن نہیں۔ تمام شعبہ ہائے زندگی کی طرح طب اور میڈیکل سائنس کے میدان میں بھی نئے نئے مسائل نے جنم لیا ہے۔ چنانچہ ان مسائل کے حل کے لیے اجتہاد کے بغیر چارہ کار نہیں۔

6۔۔۔ یہ بات قطعی حقیقت ہے جس کا انکار کوئی بھی ذی عقل و فہم نہیں کر سکتا کہ انسانی زندگی کے تمام جدید نوعیت کے مسائل خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا مالی معاملات سے، حلال فوڈ سے ہو یا میڈیکل سائنس سے، بہر کیف! ان سب پر اجتہاد ضرور اثر انداز ہوتا ہے جس کے ذریعہ امت کے پیچیدہ اور نئے مسائل کا حل اخذ کیا جاتا ہے۔ یہ کام وہ ماہرین علماء کی جماعت انجام دیتی ہے جو استنباط حکمی استعداد و صلاحیت رکھتے ہوں اور وہ اجتہادی ملکہ اور شان رکھتے ہوں۔



This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)

حوالہ جات (References)

- 1 سورة الاسراء، آیت: 70 Sorah Alisrā, Ayah.70
- 2 سورة البقرة، آیت: 173 Sorah Albaqra, Ayah.173
- 3 أحمد بن محمد بن محمد الحلبي، لسان الحكام، البابي الحلبي، القاهرة، ١٣٩٣ھ، ١٩٤٣م، ص، ٢٠١
- Al-halabī Ahmad ibn Muhammad, Lisān Al hukām, Albābī Alhalabī, Cairo, 1973 AD, PAGE. 401
- 4 لجنة علماء براسة نظام الدين الحلبي، الفتاوى الهندية، دار الفكر، بيروت، ١٣١٠ھ، ج، ٥، ص، ٣٦٠
- Lajna Ulaā bi Riesat nizāmiddīn albalkhī, Al-Fatāwā Alhindia, Darulfikr Beirut, 1310 AD, Vol.5, Page.360
- 5 الفتاوى الهندية: ج، ٥، ص، ٣٦٠ Al-Fatawa Alhindia Vol.5, Page.360
- 6 البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله، صحيح البخاري، دار طوق النجاة، بيروت، ١٢٢٢ھ، ج، ٤، ص، ١٦٥
- Al-Bukhārī, Muhammad Bin Ismā'īl, Abu Abdullah, Dār Tauqin Najah, Beirut 1422 AH, Vol.7, Page.165
- 7 اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا، جدید فقہی مباحث، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ٢٠٠٩ء، ج، ١٠، ص، ٢١
- Islamic Fiqh Academy, India, Jadīd Fiqhī Mabāhith, Idāra tur Quran wal Ulūm ul Islāmīah, Karachi, 2009 AD, Vol. 10, Page.21
- 8 جدید فقہی مباحث: ج، ١٠، ص، ٢١ Jadīd Fiqhī Mabāhith, Vol. 10, Page.22
- 9 دہلوی، مفتی محمد کفایت اللہ، کفایت المفتی، دار الاشاعت، کراچی، ٢٠٠١ء، ج، ٩، ص، ١٥٢
- Dehlvi, Mufti Kifayatullah, Kifāyat ul Muftī, Darul Ishaat, Karachi, 2009 AD, Vol.9, Page.152
- 10 شامی، محمد امین بن عمر ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، ١٣١٢ھ، ١٩٩٢م، ج، ٢، ص، ٢٣٨
- Shāmī, Muhammad Amīn Bin Umar Ibne Abidīn, Radd-ul-Mohtār ala al-Durr-ul-Mukhtār, Darulfikr, Beirut, 1412 AH, 1992 AD, Vol.2, Page.238
- 11 لاچپوری، مفتی سید عبدالرحیم، فتاویٰ رحیمیہ، دار الاشاعت، کراچی، ٢٠٠٩ء، ج، ١٠، ص، ١٨٥
- Lājporī, Mufti Syed Abdurrahīm, Fatāwa Rahīmīah, Darul Ishāat Karachi, 2009 AD, Vol.10, Page.185
- 12 رحمانی، خالد سیف اللہ، کتاب الفتاویٰ، زم زم پبلشرز کراچی، ٢٠٠٨ء، ج، ٦، ص، ٢٢٥
- Rahmanī, Khalid Saifullah, Kitāb Al Fatāwa, Zamzam Publishers Karachi, 2008 AD, Vol.6, Page.225
- 13 الفتاویٰ الہندیہ: ج، ٥، ص، ٣٦٠ Al-Fatāwa Alhindia Vol.5, Page.360
- 14 مالک بن انس بن مالک الاصبغی، موطا مالک، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ١٩٨٥م، ج، ١، ص، ٢٣٨

Mālik bin Anas bin Malik Alasbahī, Muatta Mālik, Dar Ihya Turas Alarabī, Beirut, 1985 AD, Vol. 1, Page.238

¹⁵ الکاسانی، علاؤالدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الحنفی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دارالکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶م، ج، ۵، ص، ۱۳۰

Alkāsānī, Alauddin Abubakar bin Masud bin Ahmad Alhanafi, Badā'e us sanā'e fi Tartīb al Sharā'e, Darulkutab Alilmia, Beirut, 1406 AH, 1986 AD, Vol. 5, Page 130

Al-Fatawa Alhindia Vol.1, Page.157

¹⁶ الفتاویٰ الہندیہ: ج، ۵، ص، ۳۶۰

¹⁷ انگلوہی، مفتی محمود حسن، فتاویٰ محمودیہ، مکتبہ عمر فاروق کراچی، ج، ۱۸، ص، ۲۸۹

Gangohī, Mufti Mahmūd Hassan, Fatāwa Mahmodiah, Maktaba Umar Farūq Karachi, Vol. 18, Page.289

¹⁸ التبریزی، محمد بن عبد اللہ الخطیب العمري، مشکاۃ المصابیح، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۵م، ج، ۲، ص، ۹۲۹

Altabraizī, Muhammad Bin Abdullah Alkhatīb Alumari, Mishkāṭ ul Masābīh, Almaktab ul Islamī, Beirut, 1985 AD, Vol.2, Page.929

¹⁹ الصنعانی، أبو بکر عبد الرزاق بن ہمام، مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمی، الہند، ۱۴۰۳ھ، ج، ۶، ص، ۱۶۰

Assanānī, Abu Bakar Abdurrazzaq bin Hummām, Musannaf Aabdurrazzāq, Almajlis ul Ilmī Alhind, 1403 AH, Vol.6, Page.160

²⁰ النسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب، سنن النسائی، مکتب المطبوعات الاسلامیة، حلب، ۱۹۸۶م، ج، ۶، ص، ۶۵

Al-Nasā'ī, Abu Abdurrahman Ahmad bin Shoaib, Sunan Al-Nasā'ī, Maktab Almatbūat Al-Islamia, Halb, 1986 AD, Vol.6, Page65

²¹ المالکی، محمد بن أحمد بن محمد علیش، أبو عبد اللہ، فتح العلی المالك فی الفتویٰ علی مذهب الإمام مالک، دارالمعرفة، بیروت، ج، ۱، ص، ۲۰۰

Almālki, Muhammad bin Ahmad bin Muhammad Aleesh, Abu Abdullah, Fathul Alī Almālik Fil Fatwa Ala Mazhabil Imam Malik, Darul Maarifa, Beirut, Vol.1, Page 400

Sahīh Al-Bukharī Vol.6, Page.53

²² صحیح البخاری: ج، ۶، ص، ۵۳

²³ العسقلانی، أحمد بن علی بن حجر، فتح الباری، دارالمعرفة، بیروت، ۱۳۷۹ھ، ج، ۹، ص، ۱۱۱

Al-Asqalānī, Ahmad bin Ali bin Hajar, Fathul Bārī, Darul Maarifa, Beirut, 1379 AH, Vol.9, Page.111

Raddu al Muhtār: Vol.6, Page.388

²⁴ رد المحتار: ج، ۶، ص، ۳۸۸

²⁵ المرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی، الہدایة فی شرح بدایة المبتدی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج، ۴، ص، ۶۶۴

Almaghinānī, Alī bin Abī Bakar bin Abdul Jalīl Alfarghānī, Alhidaya Fi Sharh i Bidayatul Mubtadi, Daru Ihya Alturas Alarbī, Beirut, Vol.4, Page.464

²⁶ الرملی، شمس الدین محمد بن ابی العباس احمد بن شہاب الدین، نهایة المحتاج إلی شرح المنہاج، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۲ھ، ۱۹۸۲م، ج، ۷، ص، ۳۲۲

Al-Ramalī, Shamsuddin Muhammad bin Abi Alabbās Ahmad bin Shahābuddin, Nihaya tul Muhtaj ila Sharhil Minhaj, Darulfikr, Beirut, 1404 AH, 1984 AD, Vol.7, Page.322

²⁷ الجزیری، عبد الرحمن بن محمد عوض، الفقہ علی المذاهب الأربعة، دارالکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۲م، ج، ۵، ص، ۳۴۱

Aljazirī, Abdurrahman bin Muhammad Audh, Alfih Ala Al Mazāhinb il Arbaa, Darulkutub Al-Ilmia, Beirut, 1424 AH, 2004 AD, Vol.5, Page.341

Sorah Albqara, Ahya, 187

²⁸ سورة البقرة، آیت: ۱۸۷

Sorah Hood, Ayah, 6

²⁹ سورة هود، آیت: ۶

Sorah Alisrā, Ayah, 31

³⁰ سورة الإسراء، آیت: ۳۱

Sorah Alahqāf, Ayah, 15

³¹ سورة الأحقاف، آیت: ۱۵

³² فتح العلی المالك فی الفتویٰ علی مذهب الإمام مالک: ج، ۱، ص، ۳۹۹

Fathul Alī Almālik Fil Fatwa Ala Mazhabil Imam Mālik: Vol.1, Page 399

³³ صحیح البخاری، ۱۴۲۲ھ، ج، ۷، ص، ۳۳

Sahīh-ul-Bukharī , 1422 AH, Vol.7, Page.33

- ³⁴ فتاویٰ محمودیہ: ج. ۱۰، ص. ۲۹۱
Fatāwa Mahmūdiah: Vol. 10, Page.291
- ³⁵ فتاویٰ رحیمیہ، ۲۰۰۹ء، ج. ۱۰، ص. ۱۸۲
Fatāwa Rahīmiah, 2009 AD, Vol.10, Page.182
- ³⁶ فتاویٰ محمودیہ: ج. ۲۲، ص. ۲۰۶
Fatāwa Mahmūdiah: Vol. 10, Page.291
- ³⁷ صحیح البخاری، ۱۴۲۲ھ، ج. ۷، ص. ۱۵۹
Sahīh ul Bukhārī, 1422 AH, Vol.7, Page.159
- ³⁸ فتاویٰ محمودیہ: ج. ۱۸، ص. ۳۰۱، ۳۰۲
Fatāwa Mahmūdiah: Vol. 18, Page.301,302
- ³⁹ صحیح البخاری، ۱۴۲۲ھ، ج. ۷، ص. ۱۵۹
Sahīh-ul-Bukhārī, 1422 AH, Vol.7, Page.159
- ⁴⁰ ابن الہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدر، دار الفکر، بیروت، ج. ۴، ص. ۱۳
Ibnul Hummām, Kamāl Uddīn Muhammad bin Abdul Wahid, Fathul Qadīr, Darul Fikr, Vol.4, Page.13
- ⁴¹ الآلوسی، شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الحسینی، روح المعانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ، ج. ۳، ص. ۱۴۴
Al-Aālosi, Shahābuddīn Mahmood bin Abdullah Alhusaini, Rūh ul Maāni, Darul Kutub Alilmia, Beirut, 1415 AH, Vol.3, Page.144
- ⁴² لدھیانوی محمد یوسف، آپ کے مسائل اور ان کا حل، مکتبہ لدھیانوی، کراچی، ۲۰۱۱ء، ج. ۸، ص. ۴۰۴
Ludhyānivī Muhammad Yūsuf, Aap K Masāil Aur Un Ka Hal, Maktabah Ludhyānivī, Karachi, 2011 AD, Vol.8, Page.404
- ⁴³ الزبلی، عثمان بن علی، فخر الدین الحنفی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وحاشیۃ الشلبی، المطبعة الکبریٰ الأمیریۃ، القاہرۃ، ۱۳۱۳ھ، ج. ۲، ص. ۱۰۲
Al-Zail'eī, Utmān bin Ali Fakhruddin Alhanafi, Tabyīn ul Haqaiq Sharh Kanzud'daqāiq Wa Hashya Al-Shalbi, Almatba Alkubra Al-Ameeriah, Cairo, 1313 AH, Vol.2, Page.102
- ⁴⁴ فتاویٰ محمودیہ: ج. ۱۱، ص. ۳۴۸
Fatāwa Mahmūdiah Vol. 11, Page.348